نئے فضلاء کے لئے میدان عمل کا انتخاب کیسے اور کیوں...؟

ساجد احمد صدوی

اِس وقت ملک بھر کے دینی تعلیمی اداروں میں معمول کے تعلیمی وتربیتی سلسلے انتہاء کو پہنچ چکے ہیں، تدریسی مصروفیات کے اختتام کے موقع پر ''ختم صحیح بخاری شریف'' اور ''ختم مشکوۃ شریف'' اسی طرح دیگر سالانہ جلسہ ہائے دستارِ فضیلت وتقسیم اَسناد وغیر ہا میں عوام وخواص، معاونین ومحبین، غیور عوام اور طلبہ وفضلاء کے سرپرستوں کی جوق در جوق شرکت کے بارونق مناظر اور پروقار سلسلے بھی اللہ تعالی کے فضل وکرم سے بخیر وخوبی اختتام پذیر ہو چکے ہیں، حالات کی خرابی، مسائل و مشکلات کا جاوبے جاذکر کیا جاتا ہے، مدارس کے گرد گھیرا تنگ کرنے کی باتیں کی جاتی ہیں، ملک وبیرون ملک اسی ہدف پر مستقل سوچنے والے اپنے مکروفریب کے تانے بانے بننے میں حسب سابق لگے ہوئے ہیں، ''اسلامی جمہوریہ پاکستان '' کی غیور عوام کو مغربی فکر وفلسفہ کی بنیاد پر'' نئے شعور سے روشناس'' کرانے کی تدبیریں چل رہی ہیں؛ مگر اللہ تعالی کا یہ فیصلہ بھی اپنی جگہ اٹل ہے کہ: ''ان لوگوں نے حق کے خلاف تدبیریں کیں، اللہ تعالی نے ان کو مٹانے کی تدبیر کی، اور اللہ تعالی کامیاب تدبیر کرنے میں سب سے بڑھ کر ہے'' اللہ تعالی ہر سال اپنے اس وعدہ کا مشاہدہ کراتے ہیں، اور کھلی آنکھوں دکھاتے ہیں، کہ دین اور دین سے وابستہ لوگوں کو کیسے مٹایا جا سکتا ہے؟ انہیں کون ختم کر سکتا ہے؟ جب میرا ہاتھ ان کے اوپر ہو؟ میری غیبی مدد ان کی شامل حال ہو؟

ملک بھر میں جہاں بھی اختتامی پروگرام ہوئے پہلے سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی، بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، نئے نئے لوگ مدارس وجامعات کے نظام تعلیم وتربیت سے آگاہ ہوئے، انہوں نے بھی اس مبارک سلسلے کا دست وبازو بننے کا عزم وعہد کر لیا، ہر پروگرام میں پہلے سے زیادہ رونق، چہل پہل رہی، بعض اداروں نے تو نظم وضبط کے مسائل کی وجہ سے پروگرام کی حتمی تاریخ اور وقت کو بھی مخفی رکھا، مگر اس کے باوجود پروگرام کا آغاز ہوتے ہی کسی اشتہار

،میڈیا کے تعاون کے بغیر عوام کی بہت بڑی تعداد امنڈ کر آئی ،اختتامی دعاؤں میں شرکت کی ،ہزاروں لوگوں نے وقت کے اکابر و مشاہیر کی نصیحتیں سنی، ان کی دعائیں لیں اور یوں پہلے سے زیادہ جوش و جذبے سے سرشار ہوکر گھروں کی طرف لوٹے۔

نامناسب رویوں کے مرکزی کردار:

''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کی عوام کو حق تعالی شانہ نے اپنے دین سے اور دین سے وابستہ افراد، شخصیات، اداروں اور جماعتوں سے غیر معمولی تعلق، محبت کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے، عوام اور دینی قیادت میں اعتماد، محبت اور تعلق کا یہ رشتہ آخرت کی عظیم کامیابی کا ضامن ہونے کے ساتھ ساتھ ملک وملت کی بقاء، تحفظ اور تعمیر وترقی ،امن وسکون کا بھی باعث ہے، دین کے نام پر ''نامناسب رویوں'' کو وجود میں لانے کے اسباب اُن لوگوں نے پیدا کئے ہیں جو مغرب کی طوطارٹ زبان بولتے ہیں ، وہ قومی شناخت ضرور رکھتے ہیں؛ مگر ان کا دل ودماغ قومی ، ملی نہیں ،مغربی ہے؛ چنانچہ وہ صرف ذاتی مفادات کی خاطر جیتے ہیں، اسی کو زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں، اس اونچے ہدف کے حصول کے لئے مغربی سوچ فکر سے وابستگی اور ان مغربی آقاؤں کے ترتیب دادہ پروگراموں کو روبہ عمل لانے کو ہی کامیابی کی ''شاہ کلید'' سمجھتے ہیں۔

دنیاپرستوں کے اِس مغربی استقبال ،ترقی اور دولت کی ریل پیل کو دیکھ کر چندایک خالص مذہبی لوگ بھی مغربی استعمار کی زبان بولتے ہوئے نظر آتے ہیں، ان کی باتوں، سوچ فکر کے زاویوں کو قریب سے دیکھنے سے مغرب کی بدبو صاف محسوس ہوتی نظر آتی ہے، انہوں نے بھی نام نہاد دانشور، مفکر، انقلابی اور ''وسیع الظرف'' بن کر''ارکانِ دولت '' کی طرح اینٹی بنیاد پرستی کی ''شاہ کلید'' کو خزانہ مغرب کھولنے کا آسان ذریعہ تصور کرلیا ہے، وہ ایسے نئے پروگرام اور منصوبے تشکیل دینا چاہتے ہیں، جن کے ذریعہ مغرب کو وفاداری اور تعلق داری کا یقین دلایا جاسکے، ان سے داد ودہش وصول کی جاسکے، جس کے لئے فہمِ دین کی متوارث شکل وصورت کو''روایتی مخصوص مذہبی سوچ'' قرار دے کر غیر روایتی ،وسیع تر تناظر میں دین کے نئے مفہوم، نئی تعبیر وتصور کو، رواداری، ڈائلاگ اور برداشت کے عنوانات کو رواج دیا جائے؛ تاکہ مغرب کے ساتھ ''نئی مفاہمت'' کا راستہ کھل جائے، مشرق میں مغرب پر ''بے جا تقید'' اور ''بداعتمادی'' کی فضاء کو ختم کیا جائے ،مغرب کے ترقی یافتہ انسان کے ''اعلی انسانی کمالات اور خوبیوں'' سے ''مشرقی روایت پسند'' یا ''مذہبی روایت پرست'' استفادہ کرنے لگ جائے ؛ تاکہ ان کی تقلید کر کے مشرق کا یہ بھولا بسرا بھی ''اقوام عالم'' میں اُپنی شناخت قائم کرسکے، جن کو قرآنی تعبیر میں مغضوب علیھم ،ضالین اور کالانعام بل ھم اُضل کہا گیا ہے۔

مگر ان کو یاد رہے کہ نام وعنوان، تعبیر واسلوب بدل بدل کر پیش کرنے سے حقائق نہیں بدلے جاسکتے ،اگر اسلام کا مسلمانوں کا دنیا میں غالب آنا ایک حقیقت ہے، فرض منصبی اور بڑا ہدف ہے، تو ہر غیر مسلم کا اپنی تہذیب وثقافت، تاریخ وتعمیر سمیت اللہ کی زمین پر ذلت کے ساتھ رہنا بھی ایک حقیقت ہے، جس کو مغرب کا دانشور سمجھتا ہے، اس ذلت کے خو

ف کے مارے وہ اپنے ارگرد مضبوط آہنی حصار قائم کرنا چاہتا ہے، خطرہ بننے والے غیور مسلمانوں کو، ان کی تہذیب وثقافت کو، ان کی تعلیم وتربیت کے نظام کو، ان کے وسائل وذرائع کو، قوت وسیادت سب کو مٹانا یا خطرناک حد تک گھٹا دینا چاہتا ہے، اور اس طویل ''اینٹی غیرت مند'' منصوبہ بندی میں شامل ایک بھاری خدمت نام نہاد ''مسلم دانشوروں'' اور ''جمہوری حکمرانوں'' کی سپرد ہے، جس کو یہ برابر انجام دے رہے ہیں؛ مگر ان کو شاید احساس نہیں، کہ اپنی سیاہ کاری، ضمیر فروشی اور علمی وفکری خیانت کی بھانت بھانت کا حساب بھی دینا ہوگا، جو انہیں بڑا بھاری پڑے گا!

باہمی اعتماد کے رشتہ کو پائیدار بنانے کی ضرورت واسباب:

اگر ایک طرف مدارس وجامعات پر اللہ تعالیٰ کا خاص لطف وکرم ہے، اس کی نظر عنایت ہے، جس نے عوام کے دلوں کو اس سے وابستہ کر دیا ہے، تو دوسری طرف خود مدارس وجامعات کے منتظمین، مدرسین، کارکنان، طلباء بالخصوص نئے فضلاء کو بھی نہایت سنجیدگی سے اِس بات پر غور کرنا ہوگا، کہ محبت واعتماد کا یہ رشتہ جس قدر بڑا اور وسیع ہے، اس قدر نازک، حساس اور محترم بھی ہے، اس کے تقاضے اور مطالبے بھی ہیں، جس کو پورا کرنا، اُن کا خیال رکھنا بھی اس رشتۂ محبت کو پائیدار بنانے کے لئے ضروری ہے۔

زیرِ تعلیم طلبہ وطالبات دورانِ تعلیم کس طرح اُپنا وقت گزارتے ہیں؟ ان کی تعلیمی مصروفیات کس قدر اطمینان بخش ہیں؟ تکرار، مطالعہ، اور درس گاہ میں حاضری کی کیفیت کیا ہے؟ امتحانات کے حوالے سے اُن کی تیاری اور مستعدی کی رفتار کیا ہے؟ سالانہ نتیجہ کے تناظر میں آئندہ کے لئے تعلیمی، تربیتی نظام میں کیا کیا امور ضروری ہیں؟ رواں سال کی تعلیمی، تربیتی اور نظم وضبط کے حوالے سے مختلف تبدیلیوں کے عمومی ماحول پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟ وہ کون کون سی مثبت تبدیلیاں ہیں، جن کو باقی رکھا جائے؟ اساتذہ کرام کی تعلیمی، تربیتی کارگزاری کس قدر اطمینان بخش ہے؟ مستقبل میں منتظمین اور اساتذہ کرام کو کس حوالے سے اپنی محنت، وصلاحیت بڑھانی ہوگی؟ امسال ادارے کے منتظمین اور دیگر کارکنان، اساتذہ کرام اور طلبہ کے دینی وروحانی اور علمی رشتے کس قدر حوصلہ افزاء رہے؟ ادارے کو اپنے اردگرد دینی ماحول، فضاء بنانے میں کس قدر کامیابی حاصل ہوئی؟ کتنے نئے لوگ ادارے کے معاون، کارکن اور محبّ بنے؟ سالانہ تعطیلات کے دوران دینی وقف ادارہ کیا کیا خیر کے کام انجام دے سکتا ہے؟ رمضان کے مبارک مہینہ میں عمومی تربیت واصلاح کے حوالے سے کیا کیا شکلیں ہوسکتی ہیں؟ ذکر ودعا اور عبادت وتلاوت کی قوت کو کس طرح بڑھایا جاسکتا ہے؟ رمضان کے مہینہ میں عمومی دینی رجحان سے کیسے، کیونکر بیش از بیش فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے؟ تاکہ دین سے وابستگی، فرائض کے اہتمام کی یہ کیفیت سارا سال باقی رہ سکے؟ فرائض سے غفلت کے نتیجہ میں ملک، ملت، افراد، خاندانوں اور علاقوں پر جو عذاب، مصیبت کی شکلیں آتی ہیں، اس کے بجائے رحمتوں اور برکتوں کی شکلیں سامنے آئیں؟ طلبہ، طالبات، اساتذہ اور استانیاں سالانہ تعطیلات کو کس طرح گزاریں؟ اس کے لئے کیا کیا مناسب ومفید صورتیں

ممکن ہیں؟ ان باتوں پر غور کرکے بہتر سے بہتر کارکردگی پیش کرنے کی امید کی جاسکتی ہے، تھوڑے وقت میں، کم وسائل کے ساتھ زیادہ سے زیادہ کام کیا جاسکتا ہے، مدارس وجامعات سے عوام کی وابستگی، تعلق کو اُس کا جائز حق اور مطلوبہ مقام وحیثیت دی جاسکتی ہے، اسی میں دینی اداروں، منتظمین، مدرسین، عوام، طلباء، فضلاء اور ملک وملت سب کا بھلا ہے۔

دینی اور مغربی نظام کے اداروں کے اہداف اور بنیادی خطوط میں فرق:

مدارس وجامعات سے اِن دنوں میں طلبہ وطالبات کی ایک بڑی تعداد سند فراغت حاصل کرکے عمومی معاشرہ میں قدم رکھنے جارہی ہے، کہیں آٹھ سال، کہیں چھ اور چار سال کا عرصہ یکسوئی کے ساتھ دینی تعلیم کے حصول میں لگا کر اب اس قابل قرار دئے جاچکے کہ وہ دین کو سمجھیں، اور دوسروں کو بھی سمجھا سکیں، عوام کی صحیح رخ پر تربیت کرسکیں، ایک طرف مغربی ادارے اور ان کے افراد ہیں، ان کے دور رس پروگرام، ملمع ساز منصوبے ہیں، جو برابر جاری وساری ہیں۔ تو دوسری طرف دینی ادارے ہیں، ان کے افراد ہیں، جو مغربیوں کے مقابلہ میں اللہ کا نام بلند کرنے کا عظیم ہدف رکھتے ہیں، وہ انسانوں کو حیوانات جمادات، نباتات، اور مصنوعات سے جوڑنے اور اُن کو اُپنی شناخت کا ذریعہ قرار دینے کے بجائے اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اس کی شریعت وتعلیم سے لوگوں کو وابستہ کرنے، اسی کو اپنی بنیادی شناخت اور فخر ومباہات کا ذریعہ قرار دینے کو اپنا مشن اور مقصد سمجھتے ہیں، وہ حیوانات، جمادات، نباتات اور مصنوعات میں لگنے کو بشری فطری تقاضوں کی حد تک رکھنا چاہتے ہیں، اُس میں بھی مخصوص شرعی طریقہ کار کی پابندی کی تعلیم کو ضروری سمجھتے ہیں، اِن چیزوں کو مقصد حیات اور انسانوں کی بنیادی شناخت کا ذریعہ تصور کرانے کو انسانیت کی پستی اور ذلت یقین کرتے ہیں، وہ انسانوں کو مقصدِ حیات، عبادتِ رب کے بنیادی مشن اور ضروریاتِ معاش میں فرق کرنے کی تربیت دیتے ہیں، وہ کامیابی وناکامی کو انسانوں کی ترجیحات کی بنیاد پر نہیں سوچتے؛ بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے سچی، حتمی خبریں بیان کرنے والے رسولوں بالخصوص حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلی سائر النبیین وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں اور طریقہ کار کے مطابق سمجھتے ہیں، ان کے یہاں کامیابی وناکامی کا مفہوم الٰہی پیغام کے مطابق ہے، جو خدا سے ناآشنا انسانوں کی ترجیحات اور قواعد وتعریفات سے یکسر مختلف ہے۔

فضلاء سے الوداعی ملاقاتیں، واپس ملنے والا پیغام:

نئے فضلاء کو گھروں کی طرف بھیجنے سے پہلے پہلے اُن کے خیالات وافکار، حتمی پروگرام اور تشکیل کردہ منصوبوں کے بارے میں ضرور پوچھ لیا جائے؛ اس سے جہاں ان کے مستقبل کے بارے میں ادارہ، منتظمین اور اساتذہ کرام کو اطمینان حاصل ہوگا، وہیں یہ آخری، حتمی معلومات ہماری تعلیم وتربیت کے حوالے سے ایک غیر رسمی جائزہ کا بھی کام دے گا، جس سے ہم اپنے اداروں کے اندر پائے جانے والے نئے اثرات، نئے رجحانات اور عمومی مزاج پر بھی بخوبی مطلع ہوسکیں گے؛ کیونکہ ایک فارغ التحصیل ہونے والا اپنے اردگرد میں پائے جانے والے افکار، خیالات، زاویۂ نگاہ، تعلیم وتربیت کی

بنیادی ترجیحات، ادراہ، منتظمین اور اساتذہ کی سوچ کے زیر اثر رہ کر ہی اپنے مستقبل کے بارے میں پروگرام طے کرتا ہے۔

یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ جس طرح معاشرہ میں ہمارا نمائندہ بن کر جانے والے کسی طالب علم کا کوئی خاص پروگرام تشکیل دینا، کوئی اہم منصوبہ، میدانِ عمل تجویز کرنا ہمیں ایک مثبت یا منفی پیغام دیتا ہے، ہمیں اپنے رویوں، تعلقات، ترجیحات اور طریقہ کار پر از سرِ نو غور کرنے، اسے بدلنے یا باقی رکھنے اور اس پر مستقیم رہنے کا پیغام دیتا ہے، اسی طرح ہمارے اداروں کے کسی نوسند یافتہ فاضل کا کوئی واضح ہدف نہ رکھنا، اپنے مستقبل کے حوالے سے حساس نہ ہونا، اپنے اردگرد کے ماحول پر نظر نہ رکھنا بھی، ہمیں واضح پیغام دیتا ہے، یہ ایک تلخ پیغام ہے؛ مگر یہ ہمارے ادارہ، انتظامیہ، تدریسی وتربیتی عملہ سے بھی اپنے اپنے دائرہ کار، ذمہ داری کی حدود میں از سرِ نو غور وفکر کرنے، اس کا بخوبی جائزہ لینے کا مطالبہ کرتا ہے، اپنے بارے میں ہمارا تنقیدی ومنفی جائزہ بھی مطلوبہ دیانت اور امانت کا لازمی حصہ ہے، جس کو بہر صورت اختیار کر لینا چاہئے، اِس سے فرد اور نظام کی کمزوری دور ہونے میں بڑی مدد ملتی ہے؛ مگر دوسروں کو الزام دے کر اور انہی پر ذمہ داری ڈال کر ہم خود مثبت تعمیری کردار اور خیر کا ذریعہ بننے سے محروم تو ہو سکتے ہیں، کسی خوبی اور بہتری کو وجود میں نہیں لا سکتے۔

دعوت وتبلیغ کے مبارک سلسلہ سے وابستگی کی اہمیت اور فوائد:

اساتذہ کرام، طلباء اور فضلاء کی ایک بڑی تعداد سالانہ چھٹیوں میں اسی طرح تعلیمی دورانئے کی تکمیل پر حسبِ توفیق چلہ، عشرہ اور سال لگانے کے لئے جماعتوں کے ساتھ نکلتی ہے، سارا سال اور عمر کا ایک معتد بہ حصہ دینی تعلیم وتربیت میں لگا کر عمومی میدان میں کام کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، ان کا یہ مجاہدانہ خروج اور قربانیوں کے ساتھ نکل کھڑا ہونا جہاں ایک طرف عام مسلمانوں، اور خود جماعت میں ساتھ چلنے والوں کے لئے خیر وبرکت، صلاح ورشد اور صحیح تربیت وتعلیم پانے کا ذریعہ بنتا ہے، وہیں خود ان خادمانِ دین کے لئے بھی علمی، ایمانی، روحانی، عملی قوت وترقی کا باعث بنتا ہے، جماعت کے ساتھ نکل کر انسان بہت کچھ سوچنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے، جس کے لئے وہ پہلے اپنے کو فارغ نہیں دیکھتا، اسی طرح امت مسلمہ کی دینی، عملی حالت کو بہت قریب سے دیکھنے، پڑھنے، اور سمجھنے کا موقع مل جاتا ہے، یہ خروج اصلاحِ نفس کی ان کوششوں کا تسلسل بھی ہے، جس کی ہمارے بزرگوں کے یہاں روایت تھی، وہ رسمی تعلیم کے دوران اور اس کی تکمیل کے فوراً بعد اپنے وقت کے معتمد ومسلّم اہل اللہ کی خدمت میں حاضری دیتے، اُن کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے اور روحانی فیض پاتے، اس طرح علم کو عمل کے ساتھ جوڑنے، معرفت وقربِ خداوندی کا خاص مقام پانے، شریعت وسنت کے اہتمام کے سانچے میں ڈھلنے کی صورتیں پیدا ہوتیں، جذبات بیدار ہوتے، حوصلے بڑھ جاتے، ہمتیں بلند ہو جاتیں، اور یوں علمِ ظاہری کے ساتھ باطنی کیفیات میں بھی ترقی حاصل کر لیتے۔

فتنوں، آزمائشوں اور اعجاب کل ذی رأی برأیہ کے اس دور میں دعوت وتبلیغ والی مخصوص ترتیب اور معمولات کا حصہ

بننا، اس میں شمولیت اختیار کرنا، عقیدہ ونظریہ کی حفاظت، سلف کے متوارث طریقہ کار کے ساتھ جڑے رہنے، علمی، دینی عنوانات رکھنے والے فتنوں سے حفاظت کا بھی آسان ذریعہ ہے، جو اِس وقت دوسرے عام مسلمانوں کی طرح دینی مدارس وجامعات کے اساتذہ، طلبہ اور نوسند یافتہ فضلاء کے لئے بھی بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں، چنانچہ ان مقتدا لوگوں کا کسی غلط عقیدہ، پست نظریہ کا شکار ہو جانا، مغربیت کے سیلاب میں بہہ پڑنا، وقتی مصلحت کوشی کو خدمتِ دین کا صحیح تصور باور کرانا دین کے ''بنیادی متوارث مفہوم'' میں رخنہ پڑ جانے اور بے شمار دیگر خرابیوں کا باعث بن جاتا ہے۔

رسمی فراغت کے بعد مزید تعلیم وآگاہی کے سلسلے اور خدشات:

نئے فضلاء کی ایک بڑی تعداد اگلے مراحل میں بھی اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھنا چاہتی ہے، وہ اپنی کسی علمی، فنی کمزوری کو پورا کرنا چاہتی ہے، یا کوئی نیا علمی وفنی ہدف حاصل کر کے مزید ترقی کرنا چاہتی ہے، یہ فضلاء ہمارے لئے بڑی اہمیت کے حامل ہیں، بالخصوص جو کوئی بڑا ہدف رکھتے ہیں اور بہتر طور پر خدمات انجام دینا چاہتے ہیں، اس لئے مزید تیاری کر کے اور خوب ہر طرح سے لیس ہو کر میدان میں کودنا چاہتے ہیں، ایسوں کی صحیح اور بروقت راہنمائی بھی بہت بڑا عنوان ہے، جس کے لئے سنجیدگی کے ساتھ ہر پہلو پر غور کر کے مشورہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے، چلتے چلتے کوئی عامیانہ سا مشورہ دینا ہمارے قابل جوہر کے چمکنے میں رکاوٹ بن سکتا ہے، اس واسطے ہمارے پاس مختلف موضوعات میں تخصص اور امتیازی مقام پانے کے لئے قائم باقاعدہ تربیت گاہوں کی تفصیل، اُن کے اہداف، طریقہ کار، نتائج کا اوسط، مختلف اداروں میں رائج تخصص فی العلوم کے نصاب ونظام اور داخلوں کے طریقہ کار، شرائط وضوابط، بنیادی ضروری استعداد کے حوالے سے خوب معلومات ہونی چاہئیں؛ تاکہ ہم اپنے فضلاء کو اُن معلومات کی روشنی میں بہتر راستہ منتخب کرنے میں بروقت مدد فراہم کر سکیں۔

مختلف دورانیوں پر مشتمل کورسز، تعلیمی اور تربیتی پروگرام، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، مغربی تہذیب وثقافت اور مختلف عجمی زبانوں کے کورسز کا اہتمام کرنے والے اداروں اور اُن کے منتظمین کے مسلک ومزاج، ماحول وگردوپیش، مستقبل کے اہداف اور اندازِ تعلیم وتربیت کے حوالے سے ہم باخبر ہوں، مبادا ہمارا کوئی قابل جوہر دشمنوں کے پھیلائے ہوئے جال کا شکار نہ بنے، ہماری صلاحیت، اور تربیتی، تعلیمی کوششوں کا مظہر اہل حق کے خلاف استعمال نہ ہو، ایسے ادارے اور افراد موجود ہیں، جو ہمارے دینی مدارس کے ذہین اور فطین نوسند یافتہ فضلاء کی تاک میں رہتے ہیں، وہ ان کی قدر وقیمت اور چھپی ہوئی صلاحیتوں سے خوب واقف ہیں، اپنے مخصوص مقاصد کے لئے ان کو دینی مدارس کے فضلاء سے زیادہ موزوں افراد میسر نہیں آتے، جو جفاکش بھی ہوتے ہیں، محنت کے عادی بھی، اور اپنے مقصد وہدف کے دُھنی بھی۔

اداروں کے منتظمین اور اساتذہ کرام کو اِن شکاریوں اور ان کے طریقہء واردات پر گہری نظر رکھنی ہوگی، عصری اداروں میں جانے کے لئے کس کو جانا مناسب ہے، کس کو نہیں؟ یہ بھی پہلے سے طے کرنا ہوگا، عصری تعلیمی وتربیتی اداروں

میں جانے والوں کے لئے کیا کیاہدایات ہونی چاہئے؟ان کے اہداف کیا ہوں؟ وہ کس طرح وہاں کے ماحول پر مثبت اثرات مرتب کرکےان کے متوقع شر سے بچ سکتے ہیں؟ یہ سوچنا ہوگا؟ کیونکہ جس قدر اعتماد اور محبت کا رشتہ بڑا، مضبوط اور دوررس نتائج کا حامل ہے، اس قدر اس کے مطالبے اور تقاضے بھی ہیں!

نئے مواقع کی تلاش وجستجو:

کئی فضلاء کو یہ خیال آنے لگتا ہے کہ انہیں کام کے مواقع ہی دستیاب نہیں!، ہر جگہ ضرورت پوری ہے، گنجائش نہیں !!!یہ سوچ، خیال بعض دفعہ اُن کے خاندانی اور تعلیمی سرپرستوں کو بھی آنے لگتا ہے، اور بڑی شدت کے ساتھ وہ اس کومحسوس کرتے نظر آتے ہیں، اِس نقطے پر آکر وہ پریشان سے ہوجاتے ہیں؛ مگر جس عظیم مقصد کے پیشِ نظر ان فضلاء کوتربیت، تعلیم دی گئی ہے اور اس طویل تربیتی دورانئے میں اس کے لئے تیاری کرائی جاتی رہی ہے، اُس کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ کام کے مواقع ہی نہیں؟!

گویا بالفاظ دیگر سارے مسلمان ضروری دینی امور سے روشناس ہو چکے!اسلام اور اُس کے سچے پیروکاروں کو غلبہ حاصل ہوگیا!ہر ہر بستی، محلہ، اسٹریٹ میں مسلمان بچوں، بچیوں، مردوں، عورتوں اور جوان، بوڑھوں سب کے لئے ضروری دینی تعلیم وتربیت کا انتظام ہوگیا!، اپنے خالق حقیقی سے ناآشنا، روٹھی ہوئی مخلوق کا جوق در جوق اسلام میں داخلہ شروع ہوگیا!انہیں ہر طرح سے سنبھالنے کا انتظام بھی ہوگیا! کیا دیہات کیا شہر؟ ہر جگہ نومسلموں کی دینی تعلیم وتربیت اور ضروری معاش ومعاملات کا خوب خیال رکھنے کا بندوبست کیا جاچکا!اسلامی علوم وفنون کی عصر حاضر میں جس جس شکل وصورت میں خدمت، تدوین وترتیب اور نشر واشاعت کی ضرورت تھی، اُس کے امکانات تھے وہ بھی ہو چکے!شہروں سے لے کر دور دیہات، ویرانوں، صحراؤں، پہاڑی دروں تک سب جگہ دینی تعلیم وتربیت کے سلسلے بخوبی جاری ہو چکے! ملک کے اندر دور دراز کے علاقوں کو ڈھونڈ نکالکر وہاں، مسجد، مکتب قائم کرکے، ویران مسجدوں، مکتبوں، خانقاہوں کو آباد کرکے سلسلے شروع کئے جاچکے!

بیرون ملک بسنی والی کروڑوں کی تعداد پر مشتمل مسلم آبادی اور اربوں غیر مسلم آبادی کے لئے بھی جو کچھ کیا جانا چاہئے تھا، جو شرعی، دینی، اخلاقی ذمہ داریاں تھیں، اس کے لئے جو جو طریقے، اسلوب اور انداز ممکن تھے، سب روبہ عمل لائے جاچکے!عسائیت سازوں، مادہ پرستوں اور عیش کوشوں کی جانب سے اسلام، مسلمانوں، بالخصوص ان کی نئی نسلوں کو جس جس طرح کے خطرات، اندیشے لاحق تھے، وہ سب دور ہوچکے!مظلوم، کسمپرس، فاقہ کش افریقی صحراؤں اور روس کے پہاڑوں، گلیشیروں کے پاس بسیرا کرنے والے مسلمانوں کے جو دینی، تعلیمی مسائل تھے، معاش وگزر اوقات کی پریشانیاں تھیں، اس کے لئے انتظامات کئے جاچکے!غیر مسلموں کے ہاتھوں ظلم وستم کی چکی میں پسنے والے عرب وعجم کے بےکس وبےسہارا مسلمانوں کو کفار کے پنجوں سے نکالا جاچکا!اُن کی عزت وناموس سے کھیلنے والوں کو لگام دی جاچکی!

مسلمانوں کے مال ودولت ،زمین وجائدادیں،معدنیات وذخائر،عزت وناموس،شریعت کی پابند پرسکون زندگی،ان کی حکومت واقتدار،حال ومستقبل کے وسائل وسہولیات پر مختلف نام وعنوان سے ڈاکہ ڈالنے والوں کوپکڑاجاچکا،!انہیں انصاف کے کٹہرے میں پیش کیاجاچکا!اسلام اور مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرنے والوں کا زور توڑاجاچکا!انہیں بھاگنے پر مجبور کیاجاچکا!ظلم وزیادتی کی چکی میں پسنے والے قیدیوں کوجوشہروں،دیہاتوں اور جنگلات ،پہاڑوں کے اندر،سمندروں اور فضاؤں میں صرف دین دوستی،اوراسلام پر مرمٹنے کے عظیم جذبات کے"نئے خودساختہ ستمبری جرم" کی پاداش میں انتہائی دلدوز،شرمناک اور انسانیت سوز مظالم کے شکار ہیں،انہیں انسان نمادرندوں کے پنجوں سے چھڑایاجاچکا!انہیں پکڑنے والوں اور پکڑوانے والوں کواپنے انجامِ بدتک پہنچایاجاچکا!

اسلامی علوم وفنون کی رواں چلتی علاقائی اور بین الاقوامی زبانوں میں مناسب تعبیر وتشریح کا کام کیاجاچکا!اکابر واسلاف کے مرتب کردہ عظیم علمی ذخائر کی حفاظت کی جاچکی!انہیں اسلوبِ زمانہ کی رعایت کے ساتھ تحقیق وتصحیح کے ساتھ پیش کیاجاچکا!ہزاروں،لاکھوں قیمتی قلمی ذخیروں کی بحسن وخوبی حفاظت کے انتظامات کئے جاچکے!سلف کے ان عظیم قیمتی ذخائر کومٹی کا ساروپ دھار لینے سے بچایاجاچکا!پڑھی لکھی مسلم دنیا کی اِس عظیم دولت کو"روایتی ان پڑھ غیر مسلم دنیا" میں لے جائے جانے سے روکاجاچکا!اِن عظیم علمی،فنی ذخیروں پراُن کی شان کے مناسب تحقیق وتدوین کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق کام کئے جاچکے!انہیں اصولی اور فنی طریقہ پر تحقیق وتخریج کے لئے منتخب کرکے خدمت کی جاچکی!فصیح عربی زبان وادب کی تعلیم ،نشرواشاعت کا معقول انتظام کیاجاچکا!دنیا کے ہر بڑے ائرپورٹ ،ریلوے اسٹیشن،بس اسٹینڈ،مسافرخانے،تفریح گاہ،بری وبحری راستوں پرعربی،اردوزبان میں راہنمائی کا انتظام کیاجاچکا!وہاں عربی اوراردوکی خیر مقدمی ترکیبیں سجائی جاچکیں!

مسلم ممالک بالخصوص"اسلامی جمہوریہ پاکستان" میں علوم وفنون کی اعلیٰ تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے لئے غیر مسلموں کے قافلوں کے قافلے،جوق درجوق یورپ،امریکااورروس سے آمدشروع ہوچکی!مسلم ہسپانیہ کی تاریخ دہرائی جاسکی!قرطبہ،طلیطلہ،سسلیہ،بخارا،سمرقنداورترمذکی درس گاہیں،مسجدیں،خانقاہیں اوررصدگاہیں آبادکی جاسکیں! دنیابھر کے بڑے بڑے تعلیمی اداروں کی طرف سے"وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کے زیرانتظام مدارس وجامعات سے الحاق کا شرف پانے کے لئے بھجوائی جانی والی درخواستوں کوناا ہلی کی بناپر مستردکیاجاچکا!مفتوحہ ممالک امریکہ،یورپ وغیرہا سے فاتح ممالک بالخصوص"اسلامی جمہوریہ پاکستان" آنے کے خواہشمند ہزاروں افرادکوصحیح عربی اوراردوکی تعلیم وتربیت دینے کے لئے"حکومت پاکستان" کے خرچ پرقائم ہزاروں عربک،اردوسینٹروں کے لئے مناسب افرادمہیا کئے جاچکے؟

قرآن،حدیث،فقہ،اصول،علوم عربیت،فنونِ ضرورت ومعاش کے حوالے سے جوجوکام ہمارے ذمہ تھے،انہیں

جس جس طور وطریقہ پر کیا جاتا تھا، وہ سب ہو چکا؟ ہر بستی، گاؤں، دیہات میں، ہر محلہ، اسٹریٹ میں، ہر مسجد، مکتب کے پاس ضروری دینی کتابوں اور علمی، تربیتی مواد پر مشتمل لٹریچر کے لئے لائبریری، کتب خانہ، اور اس کے لئے مناسب وموزوں افراد کا انتظام کیا جاچکا؟ لغت، ڈکشنری کی طرح ہر کتب خانے کے آس پاس میں ایسے صاحب تحقیق ونظر شخصیت کا انتخاب بھی کیا جاچکا، جس کے پاس جا کر لوگ دوران مطالعہ پیش آنے والے اشکالات کو حل کرسکیں، غلط فہمیوں کا ازالہ کرسکیں؟ لحنِ جلی کے عادی ائمہ مساجد کی اصلاح کی جاچکی! بہتر متبادل کا انتظام کیا جاچکا!

معاصی، جرائم کا سلسلہ رک گیا؟ چوروں، لٹیروں اور ڈاکوؤں نے توبہ کرکے ساری لوٹی ہوئی چیزیں ان کے مالکوں سے معافی مانگ کر واپس کرادیں، اس کا معاوضہ دیدیا، بدکاری، شراب خوری، جھوٹ، فریب دھوکہ، غیبت، چغل خوری، حسد، کینہ، ظلم وزیادتی، خیانت کا سلسلہ رک گیا، لوگوں نے اِن حرکتوں سے توبہ کرلی؟ سب لوگ اللہ تعالی کی رضا والے اعمال میں لگ گئے؟ ناراضگی کے اسباب سے لاتعلق ہوگئے؟

توہین رسالت، توہین صحابہ اور سلف صالحین سے بیزاری کا سلسلہ تھم گیا؟ اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو انجام بد تک پہنچایا جاچکا! انہیں عبرت ناک سزا دے کر دبایا جاچکا! جھوٹے نبیوں کا پرچار کرنے والوں کا راستہ روکا جاچکا! شکل وصورت، لباس وپوشاک، صلاحیت واستعداد کے حوالے سے عامیانہ اور جاہل لوگوں کا علماء کی مسند پر براجمان ہونے کا سلسلہ رک گیا! ایسے جاہلوں کو تنبیہ کردی گئی جو حصولِ علم اور روحانی تربیت کے صحیح متوارث طریقہ کو اختیار کئے بغیر درسِ قرآن، درسِ حدیث، درسِ فقہ وافتاء دیتے ہیں! اپنی تئیں علمی، تربیتی مجالس قائم کرتے ہیں! تحریکیں اور انجمنیں بناتے، بگاڑتے رہتے ہیں!

اسلامی شریعت، تاریخ، مسائل، علوم وفنون پر جاہلانہ خامہ فرسائی کرنے والے لکھاریوں، کالم نگاروں اور خبریں فروشوں، کتاب ساز لوگوں کا ناطقہ بند کیا جاچکا! ان کی تحریروں پر پابندی عائد کی جاچکی! مستشرقین، مستغربین کے غلط خیالات وافکار کی بیخ کنی کی جاچکی! اُن کی جہالت، بے وقوفی اور تعصب وزیادتی کو دنیا کے سامنے آشکارا کیا جاچکا!

فرد، خاندان، معاشرہ، زندگی کے تمام معاملات، مسائل میں شریعت کا اطلاق ہونے لگا؟ سارے ادارے، دفاتر وہاں کا عملہ، طریقہ کار، ان کا رخ وانداز، تحریر وضابطے سب شرعی اصولوں کے پابند ہوچکے! ہر جگہ اللہ تعالی کی حاکمیتِ اعلی، شریعتِ کی برتری وتفوق اور اُس کا بنیادی مقصدِ حیات وکامیابی کے ضامن کے طور پر واضح، غیر مبہم تصور محسوس کیا جاچکا!

ملک بھر میں قائم علوم وفنون کی عصری درس گاہوں، وہاں کے نظام تعلیم وتربیت، عملہ وکارکنان، تربیت پانے والے سب کے رخ، انداز کو درست کیا جاچکا! انہیں صحیح اسلامی خطوط کے مطابق آگے بڑھنے کا راستہ بتلایا جاچکا! اس کا پابند بنایا جاچکا! تحقیقی وفنی اداروں کا اختیار کردہ مغربی قبلہ درست کیا جاچکا!

کتنے عنوانات، موضوعات اور ان گنت میدان ہیں؟! جہاں ہمارے تربیت یافتہ فضلاء کام کر سکتے ہیں، کام کا صحیح رخ بتا سکتے ہیں، کام کرنے والوں کے ساتھ علمی، فنی، نظریاتی تعاون کر سکتے ہیں، انہیں توجہ دلا سکتے ہیں، وہاں تبدیلیوں کا ذریعہ بن سکتے ہیں، خیر و برکت کا باعث بن سکتے ہیں، فتنوں، معاصی اور شرور کا راستہ روک سکتے ہیں، حق کا بول بالا کر سکتے ہیں، باطل پر محسوس و غیر محسوس دونوں طریقوں سے کاری ضرب لگا سکتے ہیں، انہیں اِقدام کے بجائے دفاع پر مجبور کر سکتے ہیں، باطل کے خود کاشتہ پودوں کی بیخ کنی کر سکتے ہیں، انہیں احساس کمتری میں مبتلا کر سکتے ہیں، انہیں لگام دے سکتے ہیں، وطن عزیز ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کی تعمیر و ترقی میں بھرپور کردار کر سکتے ہیں، رفاہی کاموں اور خدمت خلق کا دائرہ کار بڑھا سکتے ہیں، ویران مسجدوں، خانقاہوں اور اجڑی ہوئی بستیوں کو آباد کر سکتے ہیں، لوگوں کو فرائض کی طرف لا سکتے ہیں، انہیں دینی مراکز، مدارس و مساجد سے وابستہ کر سکتے ہیں، بچوں، جوانوں اور بوڑھوں میں کام کر سکتے ہیں، علوم و فنون کی کتابوں کی خدمت کر سکتے ہیں، انہیں نئے طور و انداز پر قارئین کے سامنے پیش کر سکتے ہیں، دنیا بھر کے مظلوم و مقہور مسلمانوں کے نام حوصلہ افزائی، تسلی اور دعاؤں پر مشتمل پیغامات بھیج سکتے ہیں، انہیں باطل کے مقابلہ میں ڈٹے جانے پر ہمت دلا سکتے ہیں، ان کو اپنے تحفظ، دفاع اور اقدام کے نئے نئے طور و طریقے بتا سکتے ہیں!

معاشی بندوبست کے نئے ذرائع پر غور و فکر کی ضرورت:

اسباب کی حد تک معاشی ضروریات کا ظاہری بندوبست جن دینی کاموں سے وابستہ ہے، جس کی ہمارے ماحول و معاشرہ میں ایک بہترین روایت چل رہی ہے، کہ لوگ مخصوص طریقہ پر کسی دینی خدمت میں مصروف آدمی کے ساتھ کسی قدر تعاون پر آمادہ ہوتے ہیں، اُن مخصوص عنوانات کے علاوہ بھی تعاون اور حوصلہ افزائی کو رواج دینے کی شدید ضرورت ہے، مگر تاوقتیکہ دین کی خدمت کے دوسرے عنوانات پر کوئی ہمت بندھائی کی شکلیں نہیں بنتیں، کام کے خواہشمند بالخصوص وہ باہمت فضلاء جو کسی ایک یا کئی نئے میدانوں میں آگے بڑھ سکتے ہیں، اُن کو چاہئے کہ قناعت اور سادگی کو اپناتے ہوئے معاشی سلسلہ کے لئے مختصر متبادل انتظام پر بھی غور کر لیں؛ تاکہ ان کو اختیار کر کے دین کی خدمت کے اُن عنوانات کو ہاتھ لگانے کو رواج دیا جا سکے جس کو اختیار کرنے والے ہی نہیں یا ہیں تو صحیح ،مگر بہت کم!، بڑوں سے بھی ضرور مشورہ کر لیں، اس کی روشنی میں دوسرے مناسب، موزوں، مختصر اور آسان ذرائع کو رواج دیا جائے؛ جن کی وجہ سے جاری تدریسی، تصنیفی، دعوتی و اصلاحی سلسلوں، دنیا سے بے رغبتی کے جذبات، غریبوں، کسمپرسوں سے محبت تعلق اور دنیاداروں سے عدم تأثر کی کیفیت کو کسی قسم کا خطرہ، اندیشہ لاحق نہ ہو۔

معاشی ترقی کی دوڑ میں شامل ہو جانے کی حوصلہ افزائی نہیں کی جا سکتی، کئی نئے فضلاء اس کا بھی شکار ہو جاتے ہیں، وہ خالص دینی کام میں لگ سکتے ہیں، اُن کے اندر بڑی صلاحیت ہوتی ہے؛ مگر معاشی مسائل، پریشانیوں اور ضرورت کے نام پر وہ دوسرے معاشی ذرائع اختیار کر لیتے ہیں، مگر بالآخر وہ بھی دنیاداروں کی طرح مقابلہ کی فضاء میں گھومتے ہوئے نظر

آنے لگتے ہیں؛ حالانکہ یہ ان کا ہدف نہیں تھا، کئی کی حالت تو بہت ہی ناگفتہ بھی ہوجاتی ہے، جو بالکل نامناسب طرزِ عمل ہے، ہمارے فضلاء کو تو صبر، شکر، قناعت اور دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم دلائی گئی ہے، انہیں اسباب پر یقین رکھے بغیر اسباب کو اختیار کرنے کا سبق سکھلایا گیا ہے، انہیں دعاؤں اور مسنون اعمال کے ذریعہ اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے پورا کرانے کا زود اثر طریقہ بتلایا گیا ہے، کام کے عنوانات بہت ہیں؛ مگر جب ہم اپنی معاشی ضرورت کو اس کے ساتھ جوڑ کر دیکھتے ہیں، تو کوئی میدانِ عمل نظر نہیں آتا، اس مسئلے پر اتنا ہی لکھ دینا ہرگز کافی نہیں، یہ دین کے بہت سارے کاموں اور عنوانات کے سرد خانے کی نذر کئے جانے کا بنیادی سبب ہے، اس پر اُتنا ہی سوچا جانا چاہئے جس قدر نصاب ونظامِ تعلیم پر غور وخوض کیا جاتا ہے، اور اس کے لئے دوررس نتائج کے حامل پروگرام تشکیل دیئے جاتے ہیں۔

تخصصات کے سلسلوں سے وابستگی اور آگاہی کی ضرورت:

• اس وقت ملک بھر کے بڑے جامعات میں تخصص فی علوم الحدیث کے دوسالہ، تخصص فی الافتاء کے تین سالہ اور دو سالہ اسی طرح تخصص فی الأدب العربي کے دوسالہ کورس جاری ہیں، جس میں مناسب استعداد ومزاج رکھنے والے، علمی وفنی ترقی کے خواہشمند فضلاء حصہ لیتے ہیں، مقابلے کے امتحانات میں کامیاب ہونے والے اپنا علمی سفر جاری رکھتے ہیں، نئی نئی معلومات، خدمت وکارکردگی کے عنوانات اور علم وعمل کے میدانوں سے واقف ہوتے چلے جاتے ہیں، یوں کسی ایک یا کئی علوم میں امتیاز حاصل کرلیتے ہیں، پھر ذوق وصلاحیت کے جوہر دکھانے والوں کی ہر جگہ مانگ اور طلب ہوتی ہے، ایک دنیا اُن سے مستفید ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا عنوانات کے علاوہ ردّ قادیانیت، ردّ فرق باطلہ، اور دیگر مناظرہ ومقابلہ کے کورس، عربی حوار کے یک سالہ، تجوید وقراءت کے مختلف کورس، قضاء وافتاء کے یکسالہ کورس، اقتصادیات وبینکنگ کے کورس، صحافت ومغربی زبانوں کے مختلف دورانیوں پر مشتمل کورس بھی کروائے جاتے ہیں، یہ تمام کورس بھی متعلقہ فن وعنوان سے مناسبت رکھنے والے، اور مذکورہ میدانوں میں کام کرنے کے خواہشمندوں کے لئے بڑے مفید ثابت ہوتے ہیں، اور اس کے نتیجہ میں بڑے فوائد سمیٹے جاسکتے ہیں۔ بعض علاقوں کے مخصوص ماحول اور مسائل کی وجہ سے بھی فضلاء کو کسی ایک میدان میں امتیاز حاصل کرنے کی ترغیب دی جاسکتی ہے، جس کے نتیجہ میں بڑے بڑے فوائد اور خیر وبرکت کی امید کی جاسکتی ہے۔

باصلاحیت افراد کے لئے مناسب اور موزوں میدانوں کا انتخاب:

ضرورت اس بات کی ہے، کہ ہر میدان کا انتخاب ضرورت واہمیت، فنی استعداد ومناسبت اور سہولت وفراغت کے پیش نظر ہو، کیونکہ مناسبت اور یکسوئی کے بغیر کسی فن میں درجہ اختصاص حاصل نہیں کیا جاسکتا، جلدی جلدی کر گزرنے کا مزاج رکھنے والا کسی بھی فن میں اختصاص تک نہیں پہنچ سکتا، نہ ہی اس کو اختصاص کی تمنا رکھنی چاہئے، صرف نام ولقب پڑ جانا کمال کی دلیل ہرگز نہیں، نہ اس پر خوش ہونا چاہئے، نہ ہی بے جا اختصاص کے دعوؤں اور عنوانات کی حوصلہ افزائی کی

جانی چاہئے ،اس سے علوم وفنون کی تحصیل کا اونچا معیار متاثر ہوجاتا ہے ، بلکہ بسااوقات یہ جعلی اَسناد کے قبیل کے کاموں کی ایک صورت بن جاتی ہے، جس کی شرعاً گنجائش نظر نہیں آتی!

جس طرح کسی کمزور ونامناسب استعداد والے کو کوئی بڑا علمی ہدف نہیں دیا جاسکتا، نہ ہی ایسا کرنا مفید ہے، اِسی طرح کسی بہتر اور ممتاز استعداد رکھنے والے کو کوئی چھوٹا ہدف بتانا بھی خیانت کے قبیل سے ہے، کتنے علوم وفنون اور عنوانات وموضوعات مناسب، بہتر اور ممتاز استعداد وصلاحیت رکھنے والوں کے منتظر ہیں؟! جو لوگ اُس متعلقہ میدان سے کسی طرح وابستہ ہیں، اُن کی وابستگی رسمی انداز کی ہے، وہ کام کرنے کی خواہش ضرور رکھتے ہیں؛ مگر مطلوبہ صلاحیت واستعداد نہیں؛ یہی وجہ ہے کہ مطلوبہ ضرورت وحاجت پوری ہوتی نظر نہیں آتی ، دسری طرف اُس کام وعنوان کے لئے نہایت موزوں، مناسب استعداد رکھنے والے افراد ایسے دوسرے کاموں میں مگن ہیں، جن کو انجام دینے کے لئے بیسیوں لوگ بآسانی دستیاب ہوجاتے ہیں، وہ اپنی دینی خدمت پر خوش ہیں؛ مگر اللہ تعالی نے جواُن کو امتیاز بخشا تھا، اُس کا یہ حق ہرگز نہیں، کہ چلتے ہوئے کاموں کا سہارا بنیں! اُن کو چاہئے تھا کہ متروک کاموں، غیر مدروس عنوانات کو ہاتھ لگاتے، اُس میں اپنی صلاحیت کے جوہر دکھاتے؛ تاکہ وہ خدمت کرلیتے جو انہی کی وجہ سے ہوسکتی ہے، کسی دوسرے کی وجہ سے نہیں، اردگرد کے ماحول میں یہی دیکھنے میں آرہا ہے کہ باصلاحیت اَفراد کو جاری ، مدروس کاموں میں، یاانتظامی امور میں جھونک دیا جاتا ہے؛ جس کی وجہ سے اُن کی صلاحیت واستعداد کو مناسب عنوان نہیں ملتا، نہ اُن کو اپنی صلاحیت کی کماحقہ قدر ہے، نہ سرپرستوں کو خیال ہے، جو بالکل نامناسب رویہ ہے۔

قوت وصلاحیت کے اعتبار سے ہر شخص کا اپنا ایک دائرہ کار ہے، جس میں اس کو آنا چاہئے ؛ ورنہ یہ اُس نعمت کی ناقدری کہلائی جائے گی، جو اللہ تعالی نے خاص طور سے اس کو عنایت کی ہے، باصلاحیت افراد پوری قوم اور ملت کا مشترکہ ورثہ ہوتے ہیں، اُن کو مناسب میدان فراہم کیا جائے تو پوری قوم، ملت کو فائدہ پہنچے، اور علوم وفنون کی ترقی ہو، تعلیمی، تربیتی معیار واسلوب میں نمایاں تبدیلی آئے ،اس کے بجائے اُن کو چلتے ہوئے کاموں میں لگایا جائے ،تو خیر کے کام سے رسمی وابستگی کے باوجود اپنے فرض منصبی سے وابستگی نہیں کہلائی جاسکتی ،وہ کم استعداد رکھنے والوں کی مسند پر بیٹھ جاتے ہیں؛ جس کی وجہ سے اُن کو بھی کام کے مطلوبہ مواقع فراہم ہونے میں دشواری ہونے لگتی ہے، کمزور استعداد والے کسی نئے کام کا بیڑا نہیں اٹھاسکتے ،وہ چلتے ہوئے کاموں میں ہی بہتر سہارا بن سکتے ہیں۔

مگر کوئی بڑی ذمہ داری کمزوروں کی سپرد کی جائے ،اس کے برخلاف مناسب وموزوں افراد کو نظر انداز کیا جائے ؛ کیونکہ ان میں دوسروں کی طرح انکساری اور چل چلاؤ کی عادتیں نہیں ہوتیں، وہ رک رک کر دیکھتے ، سنتے اور چلنے لگتے ہیں، تو یہ بھی صحیح رویہ نہیں؛ کیونکہ ہم شرعاً اس بات کے پابند ہیں کہ ہر کام کے لئے مناسب آدمی کی تعیین کریں، ذاتی، طبعی مناسبتوں کو شریعت کا حصہ نہ قرار دیں، اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔

☆......☆......☆